مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی ؒ

سوشلزم اور اسلام کا اقتصادی نظام

اسلامی معاشیات

سرمایہ دارانہ نظام کے اس ظالمانہ دستبرد نے آخر مزدوروں اور غریبوں میں بھی شعور، احساس اور بیداری کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اور انہوں نے ردعمل کے طور پر حقوق کے نام سے شور و غوغا مچایا۔ مجالس اور یونینیں قائم کیں۔ اور بغاوتیں کیں اور اٹھارویں صدی کے آخر ہی سے سوشلزم کے نظریہ نے ان کی حمایت شروع کر دی اور روس جیسے بڑے ملک میں اس بیسویں صدی میں انقلاب برپا ہونے کے بعد کارل مارکس کے نظریۂ "سوشلزم" کے ماتحت جدید اقتصادی نظام بھی قائم ہو گیا جس کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ وہ مفادِ عامہ کا داعی اور مزدوروں، کسانوں اور پست و مظلوم طبقوں کا حامی ہے ـــ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اسلام کے اقتصادی نظام کا اس سے بھی موازنہ کیا جائے۔ اور محض کے اتباع اور حسنِ ظن کی بنیادوں پر ہی نہیں بلکہ دونوں نظامہائے اقتصادی کے اصولوں اور عملی تجربوں کے زیرِ اثر عدل و انصاف کے ساتھ محاکمانہ اور تبصرہ کیا جائے۔

ابھی کہا جا چکا ہے۔ کہ سوشلزم کی تاریخ کا آغاز بھی اٹھارویں صدی کے اواخر سے ہی ہو جاتا ہے۔ "ہیگل" نے اس کو اول ایک "علمی نظریہ" کی شکل میں پیش کیا اور اقتصادی امور میں بنیاد قرار دیا۔ اور اس کے اس نظریہ کو اقتصادی زندگی بخشنے۔ بلکہ معاشرتی اصول بنانے اور تمدنی پروگرام میں ڈھالنے والا شخص کارل مارکس[1] ہے۔ اور یہی نظریہ آجکل "کمیونزم" کی شکل میں روس پر حاوی ہے۔ اور دنیا میں انقلاب برپا کرنے میں مشغول و مصروف نظر آتا ہے۔

گزشتہ صفحات میں جو اشارات اس سلسلہ میں سپردِ قلم کئے گئے ہیں ان سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اسلام جس مکمل قانون کا نام ہے۔ اس کے ساتھ اشتراکیت (کمیونزم) کا بھی بالطبع اتحاد ناممکن ہے۔ اس لئے کہ کارل مارکس اور دوسرے اشتراکی رہنماؤں نے جس فلسفہ پر

[1] اور فریڈرک اینگلز کی علمی و عملی جدوجہد کا بھی اس تحریک میں بہت زیادہ دخل ہے۔

(مارکسزم) کی بنیاد قائم کی ہے۔ اس میں خدا سے انکار اور الٰہیات کی نفی صف اوّل میں جگہ پاتے ہیں۔ اور اس لئے اس کا علم الاخلاق بھی اسی روشنی میں مہذب و مرتب کیا گیا ہے۔

لہٰذا اس کے فلسفۂ لادینیت کے ساتھ اسلام کا کوئی رابطہ اور تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب ہم اس فلسفہ کے فقط اقتصادی پہلو سے بحث کرتے ہیں۔ اور دنیا کے دوسرے غیر اسلامی نظامہائے معاشی کے مقابلہ میں اس کو پیش نظر لاتے ہیں۔ تو اس وقت ہم کو اس حقیقت ثابتہ کے اظہار میں کوئی باک نہ ہونا چاہیئے۔ کہ اس میں شک نہیں کہ اقتصادی نظام کے بہت سے امور میں اسلام اور اشتراکیت باہم متقارب نظر آتے ہیں۔ اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف دونوں ہم آہنگ ہیں۔ اگرچہ طریق کار کے اختلاف سے دونوں کی راہیں اس وادی میں قطعاً جدا جدا ہیں۔

اسلامی نظام اقتصادی اور اشتراکی نظام اقتصادی کے درمیان جن امور میں اتفاق ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں :۔

۱۔۔۔ اکتناز و احتکار یا جمع دولت کا مذموم طریق کار اور مخصوص طبقہ میں دولت کی تحدید نہ یہ جائز قرار دیتا ہے اور نہ وہ، دونوں ان ہر دو امور کو باطل اور اقتصادی زندگی کے لئے تباہ کن سمجھتے ہیں۔

۲۔۔۔ دونوں ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اقتصادی نظام کی اساس و بنیاد عام معاشی مفاد پر قائم ہو اور ہر شخص کو معاش سے حصہ ملے اور کوئی شخص بھی اس سے محروم نہ رہے۔

۳۔۔۔ دونوں کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ اقتصادی نظام کے دائرہ میں تمام انسانی دنیا جغرافیائی، طبقاتی اور نسلی و خاندانی امتیازات سے یکسر جدا ہو کر یکساں اور برابر حیثیت میں شمار ہو۔

۴۔۔۔ ان دونوں کے درمیان اس میں بھی اتفاق ہے کہ جماعتی حقوق، انفرادی حقوق پر مقدم ہوں۔

۵۔۔۔ ان دونوں کے درمیان یہ بھی مسلم ہے۔ کہ معاشی دستبرد کے ذریعہ حاکم و محکوم اور غلام و آقا کا سسٹم قائم نہ ہو سکے اور قائم شدہ کو مٹا دیا جائے۔

یہ وہ امور ہیں جن میں دونوں اقتصادی نظام ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ لیکن دو امر ایسے ہیں۔ کہ جن میں ان دونوں کے درمیان بنیادی اور اساسی اختلاف ہے۔ اور ان ہر دو امور میں ایک دوسرے کے ساتھ کسی طرح مطابقت پیدا نہیں کی جا سکتی اور یہ اختلاف اس وقت اور زیادہ وضاحت کے ساتھ رونما ہو جاتا ہے۔ جبکہ سوشلزم کا آخری درجہ "کمیونزم" کی شکل میں سامنے آتا

ہے۔ اور جس کا تجربہ آج کل روس میں کیا جا رہا ہے۔

اسلامی اقتصادی نظام	اشتراکی اقتصادی نظام
۱۔ دولت و ذرائع دولت میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسکی حدود قائم کر دی جائیں۔	۱۔ دولت و ذرائع دولت سے انفرادی ملکیت کو مٹا دیا جائے۔
۲۔ حق معیشت کی مساوات کے اعتراف کے ساتھ بلحاظ معیشت، اختلاف مدارج تسلیم کرتے ہوئے اکتناز کو روکا جائے۔	۲۔ بلحاظ معیشت اختلاف درجات کا انکار کیا جائے اور معاشی لحاظ سے بھی سوسائٹی میں مساوات تسلیم کی جائے۔

پہلا اختلافی مسئلہ اس طرح قابلِ غور ہے۔ کہ اگر آمدنی اور ذرائع آمدنی پر انفرادی ملکیت کا کوئی اثر باقی نہ رہے تو عقل اور تجربہ اس طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ کہ ایسا ہو جانے کے بعد ذرائع پیداوار اور آمدنی میں بہت بڑا اختلال اور اضمحلال پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ انفرادی ملکیت کے نظام کو یکسر تباہ و برباد کرنے اور اس تمام سلسلہ کو اسٹیٹ کے حوالہ کر دینے کے بعد انسانوں کے قواء عمل میں وہ زبردست تحریک پیدا نہیں ہو سکتی جو انفرادی ملکیت کی مسابقت کی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور ہو گا۔ کہ جبکہ میری تمام جدوجہد اور حاجات و ضروریات کا عملی نظام اسٹیٹ کے ذمہ اور صرف اس کے ہاتھ میں ہے تو میں کس لئے اپنے قوائے دماغی، قوائے جسمانی اور قوائے عملی کو زیادہ محنت میں لگاؤں اور تنازع للبقاء کے اس میدان میں کس لئے گرمئ مسابقت حاصل کرنے کی سعی کروں۔

لیکن اس کے برعکس انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے باہمی مسابقت اور دوڑ میں جو خرابی پیدا ہونے اور اجتماعی نقصانات کے بروئے کار آنے کے اندیشے پائے جاتے ہیں۔ اگر ان کا انسداد ضروری قرار دے کر قوائے عملی و دماغی کو بھی اپنی فطری نشو و نما کے مطابق کام کرنے کے لئے موقع بہم پہنچایا جائے۔ تو یہ طریق کار ہی صحیح طریق کار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ روس کے دس سالہ پروگرام کی ترمیم نے بھی اسکی تصدیق اسطرح کر دی ہے۔ کہ بہت سی زمینیں معطل رہ جانے اور ذرائع پیداوار میں رفتار کے سست پڑ جانے کی وجہ سے اب دس سالہ پروگرام میں ایک حد تک زمینوں میں انفرادی قبضہ کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اور بعض بعض مقامات پر ذرائع پیداوار میں انفرادی ملکیت داخل ہونے لگی ہے۔ اور تجربے سے حقائق تک پہنچنے کی اگر یہی طلب صادق رہی تو وہ وقت دور نہیں ہے کہ اسلام کے نظریہ اور اصول ہی کو اصول کار بنانا پڑے ـــــ

اس لئے قرآن عزیز نے باوجود اس بات کے تسلیم کر لینے کے کہ اصل ملکیت صرف خدا کی ہے۔ اور اسی لئے تمہاری انفرادی ملکیت میں خدا کی عام مخلوق کا بہت بڑا حصّہ ہے۔ اور اس میں اجتماعی حقوق مقدم ہیں" ذاتی ملکیت کا اعتراف واقرار کرتے ہوئے انسان کے فطری قوائے عملی و دماغی میں مسابقت کا جذبہ پیدا کیا اور ان کو کشمکشِ حیات میں داخل کر کے ان پر حصولِ مال کی راہیں کھول دیں۔ نیز عقل و تجربہ کی بناء پر یہی راہ صحیح اور درست ہے کہ انفرادی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا جائے اور پھر اس پر اجتماعی بوجھ ڈالا جائے۔

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ

تم ہرگز بھلائی کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنے پسندیدہ اور محبوب مال میں سے خرچ نہ کرو۔

اور قانونی و غیر قانونی ضابطوں کے ذریعہ انفرادی ملکیّت کا رخ بھی جماعتی فلاح اور بہبودیٔ عامہ کی طرف پھیر دیا جائے۔

اس موقعہ پر اس اندیشہ کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کہ اگر پیداوار اور ذرائع پیداوار میں انفرادی ملکیت کے لئے ادنیٰ سی بھی گنجائش نکل آئے گی تو پھر مذموم سرمایہ دارانہ نظام کو اس سوراخ سے سر اٹھانے کا موقعہ ہاتھ آجائے گا۔ لیکن یہ اندیشہ اس لئے صحیح نہیں ہے۔ کہ یہ ایسی حالت میں ضرور ممکن ہے۔ کہ انفرادی ملکیت تو کسی حد تک تسلیم ہو۔ لیکن اس کے غیر محدود ہونے اور سرمایا دارانہ نظام کیلئے حیلہ بن جانے کے انسدادی قوانین موجود نہ ہوں لیکن جب اسلام انفرادی ملکیت کو محدود صورت میں تسلیم کرنے کے بعد اقتصادی نظام میں ایسی دفعات قانونی بھی بیان کرتا ہے۔ جو انفرادیت کو اجتماعیت پر قابو پانے سے روکتی اور سرمایہ دارانہ نظام کا سر کچلنے کے لئے اپنے قانونی تیشہ سے کام لیتی رہتی ہیں۔ تو پھر ایک وہمی اندیشہ کی بناء پر انسانوں کو ان کے فطری حق سے روک دینا ظلم ہے۔ اور راہِ عدل سے ہٹ کر افراط و تفریط کے غار میں گر جانا ہے۔

دوسرا اختلاف" معیشت کے درجات سے" متعلق ہے۔ اسلام حقِ معیشت کی مساوات کو تو تسلیم کرتا بلکہ ضروری قرار دیتا ہے۔ لیکن مدارجِ معیشت میں مساوات کا قائل نہیں ہے یعنی وہ اس کو نہیں مانتا کہ یہ ضروری ہے۔ کہ سب کو ایک ہی طرح پر سامانِ معیشت حاصل ہو۔ لیکن یہ ضروری سمجھتا ہے۔ کہ سب کو ملے اور جدوجہد اور ترقی کی راہیں یکساں طور پر سب کے سامنے کھل جائیں۔ اس کے برعکس سوشلزم حقِ معیشت کی مساوات کے ساتھ ساتھ نفسِ معیشت کی بھی مساوات کا

قائل ہے۔ اور مدارجِ معیشت کا قطعاً انکار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ احوال معیشت کا یہ اختلاف قدرتی نہیں ہے۔ بلکہ سوسائٹی کا خود پیدا کردہ ہے۔ پس اگر آئندہ سوسائٹی کا نظامِ معیشت مساوات کے اصول پر قائم کر دیا جائے تو دوسری طرح کے محرکاتِ ذہنی پیدا ہو جائیں گے۔ اور کارخانۂ معیشت کی سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں گی جس طرح آج جاری ہیں۔

اس دوسری صورتِ اختلاف کو بھی غائر نظر سے دیکھا جائے۔ تو اقرار کرنا پڑے گا کہ اس میں بھی اسلام کی بتائی ہوئی راہ ہی صحیح ہے یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تمام انسانوں کی جسمانی و دماغی استعداد یکساں نہیں ہے۔ اور جب استعداد یکساں نہیں ہے۔ تو سعی معیشت کے نتائج و ثمرات کا اختلاف بھی ضروری اور ناگزیر ہے۔ اور ایسی صورت میں سوسائٹی کا ایسا نظام قائم کرنا جسکی بنیاد معیشت کی مساوات پر ہو کسی طرح بھی صحیح اور درست نہیں ہے۔ اور یہ کہنا بھی ناقابلِ قبول ہے۔ کہ اس قسم کے نظام کے بعد ذہنی ومعنوی محرکات میں بھی ایسی تبدیلی ہو جائے گی کہ جس سے معیشت کا کارخانہ اسی سرگرمی سے جاری رہے گا۔

بہرحال جسمانی ودماغی استعداد کے اختلاف کو مان لینے کے بعد معیشت کا اختلاف بھی فطری ہو جاتا ہے۔ اسی لئے قرآنِ عزیز نے اس طرف رہنمائی کی ہے۔ کہ یہ اختلاف قدرتی ہے۔ اور کارخانۂ عالم کی فطری قوتوں کے ابھرنے اور ترقی پانے کے لئے ایسا ہونا ضروری تھا اگر یہ نہ ہوتا تو سب کی حالت یکساں ہوتی تو مسابقت اور مزاحمت کی حالت کبھی پیدا نہ ہوتی اور ان قوتوں کو ابھرنے کا موقع کبھی نہ ملتا۔ اور اگر یہ موقع میسر نہ آتا تو اجتماعی زندگی کی وہ تمام سرگرمیاں سرد ہو کر رہ جائیں جس پر نظامِ عالم کا یہ کارخانہ چل رہا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ (نحل)	اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں برتری دی ہے۔
نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعضٍ درجٰتٍ۔ (زخرف)	ہم نے دنیوی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کر دی اور ان سب کو یکساں درجہ میں نہیں رکھا۔ بلکہ بعض کو بعض پر برتری دی ہے۔
وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ	اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور بعض کو بعض پر مرتبے دئے۔ تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے۔ اس میں تمہیں آزمائے بلاشبہ

سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (فاطر) تمہارا پروردگار (بدعملیوں کی) فوراً سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ بڑا ہی بخشش دینے والا رحمت والا ہے۔

ان تمام آیات میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ انسانی زندگی کے اس چکر میں ایک دوسرے کی جانشینی کا سلسلہ قائم ہے یعنی ایک جاتا ہے۔ دوسرا اسکی جگہ لے لیتا ہے۔ اور اس کے ثمرات کا وارث بنتا ہے۔ اور یہ کہ تمام انسان درجہ کے لحاظ سے یکساں نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ معیشت کے مدارج کا یہ تفاوت اس لئے قائم کیا گیا ہے۔ تاکہ انسان کو اس کے عمل وتصرف میں آزمایا جائے اور اسکو یہ موقعہ دیا جائے کہ جس درجہ کو وہ اپنی سعیٔ عمل سے حاصل کر سکتا ہے کرے اور یہ بھی امتحان لیا جائے کہ وہ ان تفاوت درجات کی موجودگی میں کس حالت میں خدا سے غافل رہتا ہے۔ اور کس حالت میں نہیں رہتا۔

الحاصل اسلام کے اقتصادی نظام اور سوشلزم کے اقتصادی نظام کا مقصد اگرچہ ایک نظر آتا ہے۔ اور وہ یہ کہ عام انسانی افراد کی مالی تباہی، افلاس اور بدبختی کو دور اور ان کی بھاری اکثریت کی بدحالی کو ختم کیا جائے اور دونوں نے علاج بھی ایک ہی تجویز کیا ہے۔ کہ مذموم سرمایہ داری کو بروئے کار نہ آنے دیا جائے یعنی "جمع دولت" اور اکتناز کو باقی نہ چھوڑا جائے لیکن طریق کار میں دونوں کے درمیان یہ دو بنیادی اختلاف ضرور پائے جاتے ہیں۔ کہ ایک معیشت کے اختلاف کو قبول کرتا اور انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور دوسرا ان دونوں کا انکار کر کے ان کو فنا کرنا چاہتا ہے۔

اسلام نے حق معیشت کی مساوات کو تسلیم کیا اور سعی وترقی کی راہیں سب کے لئے یکساں طور پر کھلی رکھیں اور اس نے "احتکار" کی وہ تمام رکاوٹیں ختم کر دی جن کی بدولت خاص افراد یا گروہ نے کمزور افراد اور گروہ کی خوشحالی وترقی میں قائم کر رکھی تھیں، اس نے قانون سازی کے ذریعہ زکوٰۃ اور وراثت اور بعض تجارتی اصول کو لازم قرار دے کر اور سود اور قمار اور اس قسم کے تمام کاروبار کو ناجائز بتا کر اکتناز واحتکار کو فنا کر دیا اور تمام ایسی غیر معتدل راہوں کا سدباب کر دیا جو ظالمانہ سرمایہ داری کا موجب بنتی ہیں۔

ان تفصیلات کے ساتھ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سوشلزم کے مسطورہ بالا ہر دو اصول دراصل اس نظام اور اس سوسائٹی بلکہ اس مذہبی گروہ کے مقابلہ میں انتقامانہ جذبات کے ماتحت اصول قرار پائے ہیں۔ جن کے ظالمانہ ماحول سے متاثر ہو کر کارل مارکس اور انگلز نے اپنے نظریوں اور ان کے ماتحت عملی سرگرمیوں کا اختراع کیا ورنہ یہ ہر دو اصول نہ عملی تجربہ کی خراد پر ٹھیک اترتے ہیں اور نہ عقلی دلائل کی روشنی میں صحیح نظر آتے ہیں۔ اور اس لئے راہ حق کے قطعاً خلاف اور اعتدال کے منافی ہیں ■■